

# شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی مختصر شرح و ادب

از محمد عصمن الدین خاں صاحب ایم، اے (علیگ)

ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی عمل گذھر

اکھار ہوئی سدی عیسوی سیاسی و معاشرتی اعتبار سے ہندوستان کی تاریخ میں سب سے پڑا آشوب صدری ہے۔ عالم گیر کیوفات کے بعد ہی وسیع منفلی سلطنت کے حصے بخراے ہونے شروع ہو گئے اور شیردل تیمور حوصلہ مند بابر، ۱۴۰۳ء میں اکبر اور مجاہدانہ زندگی کیزار نے والے اور نگزیب کی اولاد شمشیر و سنان کی بجائے طاؤس درباب کی طرف مائل نظر آئی جسے ہوتزنگ کے بجائے جل ترنگ مرغوب تھا۔ جہاں دار شاہ اور محمد شاہ زنگیلہ جیسے ناہل بادشاہوں نے اپنی عیش پرستی اور نالائی سے سیاسی اخاطاط کی جو کیفیت پیدا کر دی تھی اس کا اندر زندگی کے اکثر شعبوں پر بڑا ہی ہملک اور ما یوس کن پڑا۔

اگر ایک طرف یہ صدی انتہائی درجہ سیاسی و معاشرتی بد امنی کے لئے مشہور ہے تو دوسری طرف مذہبی ادب ترقی کے لئے عہد زرین کے نام سے موسوم ہے، چنانچہ مذہبی میدان میں شاہ ولی اللہ، مرتضیٰ احمدی، مرتضیٰ جان جاناں، شاہ فخر الدین اور شاہ غلام علی جیسے بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے مذہب کی سچی ترجیحی اور اشاعت کے لئے جو کچھ کیا دہ محتاج تھا تو اسے تھا۔ اسی طرح دنیا کے ادب میں میر دسودا، مولوی و غالب جیسے اہم شرکیاء پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اردو ادب کوئی زندگی مجھشی۔

مذہبی علماء کی صفت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا نام بھی جلی حروف سے نظر آتا ہے، انہوں نے حدیث، تفسیر، فقہ اور دوسرے اسلامی علوم کی جو کچھ خدمات کیں وہ کسی پختنی نہیں، مگر افسوس کہ

اہل علم حضرات نے ان کے اسی پہلو پر اس قدر توجہ دی کہ ان کی شخصیت کے دوسرے اہم رُخ جیسے ان کی ادبی حیثیت، ان کا فنِ موسیقی میں گماں اور اسی طرح کے دیگر پہلو بالکل ہی لشنا رہ گئے۔ یہاں تک کہ بہت ہی کم لوگ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ شاہ صاحب علم موسیقی اور بزمِ ادب میں بھی کافی نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ ذیل کے صفات میں ہم شاہ صاحب کی شخصیت کے ادبی پہلو پر بحث کریں گے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بیک وقت اردو فارسی اور عربی تینوں زبانوں پر اپنی قدرت رکھتے تھے، اردو اون کے زمانے تک دلی کی عام زبان ہو گئی تھی، میر و سودا، مومن و منظہر، ذوق و درد و غیرہ شعرا اپنی شاعری اردو ہی زبان میں کرتے تھے، شاہ صاحب کے دونوں بھائیوں یعنی شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدال قادر حنفی نے قرآن شریف کا ترجمہ اور تفسیر اردو ہی زبان میں لکھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی کسی طرح کی کوئی تصنیف تو اردو زبان میں موجود نہیں ہے مگر مختلف روایتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ شاہ صاحب اردو ادب پر بھی اپنی تظریکتے تھے اور ان کا یہ فطری میلان اور کثیر مطالعہ اس حد تک تھا کہ مختلف استادوں فن ان کی بارگاہ میں صرف اردو زبان سیکھنے یا اشعار کی اصلاح لینے کی غرض سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ سید ناصر نذیر فراق نے لال قلم کی ایک جملہ میں لکھا ہے:-

”کون ہیں جانتا کہ حضرت شاہ نصیر صاحب دہلوی، اکبر شاہ ثانی، ابوظفر بہادر شاہ اور شیخ ابراہیم ذوق کے استاد تھے۔ جب شاہ نصیر صاحب کا ذوق سے دل کھا ہو گیا اور اصلاح موقوف ہوئی تو ذوق ہر جسم کو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے دعاظ میں جانے لگے اور وعظ بہت خوب سئے لگے، کسی دوست نے اس کا سبب پوچھا تو ذوق نے کہا، استاد مجھ گنہگار سے ناخوش ہو گئے شعروخن میں اصلاح ملتی ہیں، اس کا بدل میں نے یہ مکالا ہے۔ کیوں کہ مولانا عبدالعزیز صاحب اردو دانی میں شاہ نصیر سے کسی طرح کم نہیں، ان کے بیان اور گفتگو کو سنتا ہوں اور اردو کے میا درے روزمرہ یاد کرتا ہوں۔“

شیخ ابراہیم ذوق کے شاگرد مولانا محمد حسین آزاد ”آبِ حیات“ میں اپنے استاد کے احوال میں یوں تقطیان ہیں:-  
”شاہ (نصیر) صاحب نے دکن میں کسی کی فرمائش سے و شرکی ایک غزل کی تھی جس کی

ردیف تھی آتش دا بخاک و باد، وہ غزل مشاعرہ میں سنائی اور کہا کہ اس طرح پر جو غزل  
لکھے اسے میں استاد مانتا ہوں..... جشن قریب تھا، شیخ (ابراهیم ذوق) علیہ الرحمۃ نے  
بادشاہ کی تعریف میں ایک قصیدہ اسی طرح میں لکھا مگر ہمپلے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے  
پاس لے گئے کہ اس کے صحت و سقتم سے آگاہ فرمائیں، انھوں نے سن کر پڑھنے کی اجازت دی کہ  
ولی عبدالبیادر نے اپنے شوق کے ساتھ اسے پھر شاہ صاحب کے پاس بھیجا۔ انھوں نے جو کچھ لکھا تھا  
وہی جواب میں لکھ دیا اور یہ شعر بھی لکھا۔  
بودیگفتہ من حرف اعتراض چنان : کسے بدیدہ بینا فرد بر و انگشت  
شیخ مرحوم کامل اور بھی قوی ہو گیا اور دربار شاہی میں جا کر قصیدہ سنایا۔ اس کے بڑے  
بڑے چرچے ہوئے۔

اُردو کے مشہور شاعر حکیم مون خان مون اور ان کے والدین کو اس خاندان کے بزرگوں سے بہت زیادہ  
عقیدت تھی، اسی عقیدت و محبت کا نتیجہ تھا کہ جب حکیم مون خان پیدا ہوتے تو ان کے والد صاحب کی  
درخواست پر جو شاہ صاحب کے مدرسے سے قریب ہی رہتے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب نے ان کے کام میں  
اذان دی اور مون خان نام رکھا۔ گھروں نے حبیب الدین نام رکھا مگر آج وہ حکیم مون خان ہی کے نام سے  
مشہور ہیں اور ان کا اصلی نام کوئی نہیں جانتا۔ حکیم مون خان کی زندگی اور شاعری پر شاہ صاحب کی شخصیت اور  
ان کی زبان کا بڑا اثر پڑا ہے، کچھ سے ہی وہ برابر ان کے وعظ میں شرکیہ ہوا کرتے تھے اور شاہ صاحب کے  
اکثر وعظ زبانی یاد کر رکھتے تھے۔

شاہ صاحب اُردو ادب کا جتنا ذوق رکھتے تھے اس کا اندازہ مذکورہ بالا روایات سے ہوتا ہے، اُردو میں  
شاہ صاحب موصوف کے استاد خواجہ میر درد تھے، اس سلسلے میں ناصر نذیر فراق کی روایت کافی اہم ہے۔  
وہ لکھتے ہیں :۔

"شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے والد ما جد کے حکم کے بوجب اُردو زبان سکھنے کے لئے خواجہ میر درد فنا  
کی خدمت میں چھپن سے حاضر ہوتے تھے اور جب چاپ بیٹھے ہوئے آپ کی تقریر کو سنائی تھے

اور معاورات کو دل ہی دل میں چنائکرتے تھے۔ مولانا ولی اللہ صاحب اپنے بھوئی سے کہا  
گرتے تھے جس طرح اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ فن ہے اسی طرح اصولِ زبان بھی فن ہے  
اور اُردو زبان کے موجہ اور مجتہد خواجہ میر درد صاحب ہیں، آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھو  
پکیوں کے خواجہ صاحب پکے پان ہیں ۔

افسوس کہ اب تک شاہ صاحب کا کوئی بھی اُردو کلام کییں نہ مل سکا جس سے ان کی شاعری کا صحیح  
اندازہ ہو سکتا۔

اُردو کی طرح شاہ عبد العزیز صاحب فارسی زبان دادب کا بھی بہت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، ان کے  
زمانے میں فارسی ہی حکومت کی زبان تھی اور شرفاء دعلماء کی زبان بھی فارسی ہی تھی، چنانچہ اس زمانے کے  
لوگوں کی بیشتر تصنیفات اسی زبان میں ہیں، شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی زیادہ تر کتابیں اور فتوے  
فارسی ہی زبان میں لکھے ہیں، آپ کے بہت سے خطوط جو انشاد پر دازی کے بہترین نمونے ہیں، فارسی زبان  
میں ہیں۔ شاہ صاحب نے ایک طویل مکتوب فارسی میں ”لِبْ لَعْلَ“ کی تحقیق پر لکھا ہے جو مولانا آزاد لاہوری  
(ضمیمه ادب فارسی نمبر ۸۸) میں موجود ہے۔ اس خطے اس کے پڑھنے سے شاہ صاحب کی فارسی ادب  
پر قدرت اور کثرت مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ ان کی مختلف فارسی تصنیفیں جا بجا فارسی  
اشعار کا بخیل استعمال اور ان کی تشریح ان کے وسیع ادبی مطالعہ پر دال ہیں۔ شاہ صاحب نے خود  
فارسی زبان میں بہت زیادہ شعر نہیں کہے ہیں مگر جتنے بھی کہے ہیں وہ کیف اور اہمیت میں کم نہیں ہیں۔  
نمونے کے طور پر یہاں چند مذکور ہیں ۔

شاہ صاحب کا بید مجنون کے سلسلے میں ایک شعر ملاحظہ ہوئے

زنازک طبع غیر از خود نمائی ہا نبی آید ۔ ۔ ۔ درخت بید را دیدم کہ دام بے ثربا شد  
ان کی ایک اور غزل کے چند اشعار میں خدمت ہیں ۔

گریگلش بگذری گل بر رخت مفتون شود ۔ ۔ ۔ ورنائی قامت خود سر درا موزوں شود  
کار بامعنی است دانارا نہ بنا مدنیان ۔ ۔ ۔ جذبه لیلی ندارد بید اگر مجنون شود

مرد مفلس راجہاں بیکسر محل آفت است ۔ پ شیشہ چوں فالی است گر بادش رند و اثان شود  
ان اشعار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب محض زاہد خشک یا صوفی محض نہ تھے ان کے عربی اشعار اکثر  
عشقِ رسولؐ میں ڈوبے ہوئے ملیں گے مگر جہاں تک شاعری میں تصوف کی آمیزش کا معاملہ ہے وہ شاہ صاحب  
کے یہاں نہ ملے گا حالانکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صوفیاء حضرات اگر شاعری کرتے ہیں تو ان میں خالص صوفیانہ  
رنگ ہوتا ہے، چنانچہ اپنی اور اپنے والد ماجد کی شاعری کے سلسلے میں شاہ صاحب خود ملعوظات میں  
فرماتے ہیں :-

”میرے والد ماجد صوفیانہ اشعار زیادہ نہیں کہتے تھے مگر کبھی کبھی اور میرا بھی یہی حال ہے“  
شاہ عبدالعزیز صاحب صحیح معنوں میں عربی زبان کے شاعر تھے۔ ان کے قصائد اور منظوم مکتوبات زیادہ تر  
عربی ہیں اور اسی زبان کی شاعری میں ان کے جذبات اور میلانات کا اصل اندازہ ہوتا ہے، عربی میں  
شاعری کے سلسلے میں شاہ صاحب موصوف خود ملعوظات میں فرماتے ہیں :-

”عربی اشعار ایک عرصہ تک میں کہتا تھا۔ اب بین پھیں سال سے چھوڑ دیئے۔ عربی تصنیف  
کی تعریف یہ ہے کہ اس میں عجمی بُو نہ آئے، چنانچہ ہمارے خاندان میں اسی طرح موجود ہیں۔“  
ملفوظات کے جامع ۱۲۳۴ھ میں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے تھے، اس کے بعد سے شاہ صاحب  
نے جو کچھ بھی فرمایا لکھ دیا کرتے تھے، جس وقت یہ بات شاہ صاحب نے فرمائی ہے اس وقت ان کی عمر چھتر پر کچھ  
کے قریب تھی اس حساب سے شاہ صاحب کم و بیش پچاس برس کی عمر تک شاعری فرماتے تھے، غالباً اس کے  
بعد امراض کی شدت اور دینی مشاغل میں کثرت انہماں کے باعث شلوٹی تک فرمادی تھی۔

شاہ صاحب کے ایک مرید فاس زواب مبارک علی خاں خود شاہ صاحب موصون بے ایک روایت  
یوں نقل کرتے ہیں :-

”ایک روز حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ عمر شباب میں جھوکو ساٹھ ستر بہار شعر عربی و  
فارسی دہندی یاد تھے“

۱۔ ملعوظاتِ شاہ عبدالعزیز مفتا۔ ۲۔ ایقان مفتا۔ ۳۔ کمالاتِ عزیزی مفتا۔

اس سے ان کے دس بیج شاعرانہ ذوق کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ ان کی بیشتر تصانیف شاہ صاحب کے اس دعوے کے لئے بین ثبوت ہیں۔

مولانا رحیم بخش دہلوی جنہوں نے شاہ صاحب اور ان کے فائدان کے بزرگوں پر مفصل تذکرے لکھے ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب کے تذکرے کے ضمن میں لکھتے ہیں وہ۔

نظم میں ایک عربی دیوان بھی آپ کی تالیف سے ہے جو دہلی میں بعض لوگوں کے پاس موجود ہے اور جس سے شاہ صاحب کی جودتِ طبع اور تیزیِ ذہن و فصاحت و بلاغت بہت کچھ ثابت ہوتی ہیں، اس میں آپ نے وہ وہ معمر کے مظاہر نہایت مختصر اور سادے لفظوں میں ادا کئے ہیں جن کے دیکھنے سے سخت تعجب ہوتا ہے<sup>۱۰</sup>۔

افسوں کے فاضل تذکرہ نگارنے یہ نہیں بتایا کہ دہلی میں وہ دیوان کن کن لوگوں کے پاس ہے یا اس دیوان میں کتنے اشعار ہیں۔ وہ دیوان اب تک باوجود تمام کوشش کے کہیں دستیاب نہ ہوا کہ البتہ رقم نے مختلف ذاتی کتب خانوں سے کچھ قلمی اور غیر مطبوعہ اشعار اور کچھ مختلف تذکرہ دیوان اور کتابوں سے جتنے اشعار شاہ صاحب کے مل سکتے تھے سب جمع کر کے پانچ سو اسی اشعار کا ایک مختصر دیوان ہرتب کیا ہے، اس مختصر سے دیوان میں جو قصائد و اشعار موجود ہیں اس کے دیکھنے سے شاہ صاحب کی عربی زبان پر قدرت اور بخششگی کا اندازہ ہوتا ہے، اس میں سے اکثر اشعار ایسے ہیں جو ضرب المثل سے ہو گئے ہیں مثلاً دہلی و صفت میں یہ اشعار:

يَا مَن يَسْأَلُ عَنِ الْبَلَادِ وَرَفِعَتْهَا : عَلَى الْبَلَادِ وَمَا حَازَتْهُ مِنْ شَرْفٍ  
إِنَّ الْبَلَادَ إِمَاءٌ وَهِيَ سَيِّدَةٌ : وَانْهَا دَرَّةٌ وَالكُلُّ كَالصِّدْفِ  
فَاقْتَلَتْ بَلَادَ الْوَرَى عَنْ أَوْنَقِبَةٍ : غَيْرُ الْجَاهَزِ وَغَيْرُ الْقَدْسِ وَالْبَحْفِ  
سَكَانُهَا جَبَالُ الْأَرْضِ قَاطِبَةٌ : خَلْقًا وَخَلْقًا بِلَا بَعْبَدٍ وَلَا صِلْفٍ  
بِهَا مَدَارِسٌ لَوْطَافُ الْبَصِيرَةِ : لَرْتَقَتْ عَيْنَهُ الْأَعْدَى الصَّحْفِ  
كَوْمَسْجِدٌ نَحْرَفَتْ فِيهَا مَتَارَتِهُ : لَوْقَابِلَتْ لَهُ شَمْسُ الْفَضْحَوْتِ نَكْسَفِ

وَلَا عِزْرَا وَان سَرِ انت الدُّنْيَا بِزِينَتِهَا ۚ كُمْ من أَبْ قَدْ عَلَّا بَابُ ذِي شَرْف  
وَمَاءِ جُونْ جَرِي مِنْ تَحْتِهَا فَسَكِي ۖ اِنْهَا رَخْلَدْ جَرْتُ فِي اسْفَلِ الْعَرْف  
شَاعِرًا كَأَبْنَى زَمَانَةً كَجَوَادِثِ دِمَلَامَاتَ سَعَيْتَ مُتَاثِرًا هُونَةً لَازْمِيْ هُوتَانَهِ، كَلَاسِكِي شَعَارَهِ كَيْهَانَ اَكْثَر  
اَنْ عَوَارِضَ كَا اَطْهَارَنْهِيْسِ مُتَّا اَورَوَهِ شَاعِرِيْ مِنْ ۝ OBJECTIVITY ۝ کَيْ اَصْوَلُونَ پِرْ كَارِبِنْدِ هُوتَيْهِيْ هِيْسِ مُگَرْ  
بَعْدَ كَيْ اَورْ جَدِيدِ شَعَارَهِ اَسِ کَيْ بِرَخَلَاتِ اَبْنَى خَارِجِيْ مَاعُولَ کَيْ اَثْرَ قَبُولَ کَرْتَهِيْ هُونَے اَنْ کَا اَطْهَارَ رَبِّيْ شَاعِرِيْ  
مِنْ بَحْبِيْ کَرْتَهِيْ هِيْسِ، اَسِيْ تَصْوِيرَهِ کَيْ بِشِيشِ نَظَرِ اِنْسِيْسِ صَدِّيْ کَيْ اَوْ اَخْرِيْمِ انْجِلِيزِنْدِ کَيْ مُشْهُورَ شَاعِرِيْ مِنْ تَصْيِيْوَا آرِنْلَدْنَهِ  
کَهَا تَحَاكِمْ ۝ POETRY IS THE CRITICISM ۝ اَيْعَنِي شَاعِرِيْ زَنْدَيِيْ کَيْ حَقَائِقَ کَيْ تَرْجَانِيْ  
اوْ رَأْسِ کَيْ تَنْقِيَهِ، شَاهِ صَاحِبِ کَيْ شَاعِرِيْ مِنْ مُتَاثِرِينَ شَعَارِهِ کَيْ يَرْدَشِ بَحْرِيْ وَاضْعَفْ هِيْ، وَهِيْ اَبْنَى زَمَانَةَ  
کَيْ جَوَادِثَ کَا ذَكْرَ کَسِ دَلِ سُوزِيْ سَعَيْتَ هِيْ اَورَانَ کَيْ خَلَاتِ نَالَهِ فَرِيَادِ بَلِندَ کَرْتَهِيْ هِيْسِ-  
ہُمْ نَے مُقاَلَهَ کَيْ شَرِدَعَ مِنْ دِیْکَھاَ ہِيْ کَهِ اَطْهَارِھُوْیِں صَدِّيْ عَیْسِیَوِیْ سِیَاسِیِّ وَمَعَاشرِتِ اَخْطَاطَ کَيْ لَعَّهِ  
مُشْهُورَ ہِيْ، بَادِ شَاهِ کِیْ کَمْزُ درِیِّ سَعَيْتَهِ اَطْهَارَ کَيْ مُخْتَلِفَ قَسْمَ کَيْ طَاقَتوْنَ نَے سِرِ اَطْهَارَ نَاشِرِ دَعَ کَدِیْاَنْخَداَ-  
نَادِرِ شَاهِ نَے دَلِیِّ کَوْجِسِ طَرَحَ تَأْخِتَ وَتَارِجَ کَيَا تَهَاوَهَ تَارِخَ کَيْ خُونِیِّ صَفَحَاتِ پَرِ عِيَاَ ہِيْ، سَکِھِ، جَاثِ، مِرِیْٹِهِ  
ہَرِ طَفِ لَوْٹِ مَارِ کَرِرِ ہِيْ تَخَنَّهِ، سَکِھِ اوْرِ مِرِہُوْں کَے انْ جَمَلَوْنَ سَعَيْتَ لَوْگُ کَسِ قَدْرِ پَرِیَشَانَ تَخَنَّهِ اَسِ کَا انْدَزاَهِ  
لَگَانِ مشَکَلَ ہِيْ، شَاهِ صَاحِبِ مَوْصُوفِ اَسِ پَرِیَشَانِیِّ کَے عَالَمِ مِنْ لَکَھَتَهِ هِيْ:-

ايم بردات فالقلب مبجزع : من قوم سكه وان الخوف معقول

انھیں کی غارت گری کا ذکر شاہ صاحب ایک جگہ اس طرح فرماتے ہیں :-

جزى الله عن أقوام سكهو ورهثا : عقوبة شر عاجلا غير اجل  
فقد قتلوا جماعة يرامن الورى : وقد رجعوا في اهل شاء وجاهل  
لهم كل عام هبة في بلادنا : يخوضون علينا بالضطرا والاصائل  
لقد فسدت هذلا الذي ارقو خلت : عن العدل حتى قلت بل كل قائل  
فهل بعد هذل من معاذ لعائذ : وهل من مغبث يتقوى الله عادل

اَيَا قَلْبَكُو تَشْكُوا النَّفَانَ وَأَنْتَ ؛ عَنْ مَكَارِمِ لَطْفِ اللَّهِ كَلَّا وَغَافِلٌ  
 كَفِيَ اللَّهُ سَلْوَانًا الْجَمْعُ هَفَاصِلٌ ؛ إِلَيْسَ بِكَافٍ عِرْوَةً لِلَّا وَأَشَلٌ  
 وَإِنْ كَانَتِ الْأَقْوَامُ لَا خَيْرٍ فِيهِمْ ؛ فَنَحْنُ تَمْسِكُنَا بِخَيْرِ الْوَسَائِلِ  
 رَسُولُ اللَّهِ الْعَالَمِينَ فَإِنَّهُ ؛ ثَمَّا لِلَّتِي أَمِيَ عَصِيمَةً لِلَّا سِرِّ اَمِلٍ  
 اَسِ طَرَاحِ اَيْكَ اَوْ طَوْيلِ نَظَمَ كَچْنَدِ اَشْعَارِ مَلاَخْطَرِ ہُوں :-

شَهَانَ الْبَلَادِ فَأَسْدَدَةَ ؛ عَنْ رِيَادِيِ الْعَثُومِ وَالظَّلَامِ  
 غَيْرِ خَافِ عَلَيْكَ مَا صَنَعْتَ ؛ قَوْمٌ سَكَّهُ كَانَتِ التَّوْشَامَ  
 ضَيَعُوا اَمَّةَ مِنَ الْاَسْرَواحِ ؛ قَتَلُوا اَمَّةَ مِنَ الْاَجْسَامِ  
 هَبُوا اَعْدَةَ مِنَ الْاَمْوَالِ ؛ اَوْ تَقْوَى اَعْدَةَ مِنَ الْاِيْتَامِ  
 وَسَقُوا كُلَّ مَنْ تَعَرَّضَ لَهُمْ ؛ مِنْ فَنَامِ الْاَنَامِ كَاسِ الْحَمَامِ  
 ذَهَلتَ كُلَّ مَرْضَعٍ عَمَّا ؛ اَرْضَعْتَهُ وَكُلَّ ذَاتِ فَطَامِ

شاہ عبد العزیز صاحب نے زیادہ تر نعتیہ کلام کیا ہے اور اسی میدان میں انہوں نے زیادہ کمال دکھایا ہے  
شاہ صاحب موصوف خود اپنی شاعری کے سلسلے میں مفوظات میں فراہم ہیں :-

"میں نے نعتیہ کلام بہت کہا ہے اور والد ماجد کے ہر دو قصائد ہزاریہ و باسیہ کو تحسیں کیا ہے یعنی ہر  
 شعر پر تین مفرعے اضافہ کئے ہیں۔"

چنانچہ ان کے دیوان کا دو ہماری حقيقة نفت رسولؐ سے متعلق ہے، ان میں سب سے اہم شاہ ولی اللہ علیہ  
 کے ہر دو قصائد کی تحسیں ہیں جن کا ذکر خود شاہ صاحب نے اوپر کی سطور میں کیا ہے، یہ دونوں قصائد کافی طویل  
 ہیں، اس کا ایک انتہائی مادرستہ شاہ عبد العزیز صاحب کے زمانہ حیات ہی میں ان کے شاگرد اور مولانا سید احمد  
 شہبیڈؒ کے پڑیے بھائی سید محمد الحنفی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا مولانا حکیم سید عبد الحنفی صاحب سابق مہستم  
 ندوۃ العلماؒ کے ذاتی کتب فانے میں جو اس وقت مولانا ابو الحسن علی ندوی صاحب کے مکان میں ہے مل گیا۔  
 یہ سخن جس ختنہ حالی اور بوسیدگی کا خشکار ہے اسے دیکھ کر حد درجہ افسوس اور رنج ہوا، اس دیوان اور اسی طرح

لہ مفوظات شاہ عبد العزیز متا۔

کے دیگر نادر شخصوں پر دیکھ کرنے اس قدر حملہ کیا ہے کہ چند برسوں میں شاید ان کا نام ذہان تک نہ باقی رہے، ان دونوں قصائیر کے چند بند پیش خدمت ہیں جو شاہ صاحب کی شاعری میں کمال کا ثبوت ہیں:-

عَمْوَهِ نَدِيجٍ وَالْبَلَاءُ مَصَاحِبٌ ۖ وَسَقَى كَأسِي وَالْمَنَاءِ مَشَارِبٌ  
نَشَابَهُ مِنْ فُوقٍ وَنَحْتِي مَصَابٌ ۖ كَانَ نَجْوَهَا وَمَضَتْ فِي الْغَيَّابِ  
عَيْونُ الْأَفَاعِيِّ أَدْرَؤُسُ الْعَقَادِبِ

كَانَ فَوَادِي بَاتٍ فِي السِّجْنِ جَائِراً ۖ وَاضْحَتْ سَرِيَاضُ الْأَسْنَ عَذْنَ خَطَايَا رَا  
فَلَلَّهُ قَوْلٌ مَا حَيْلَةٌ سَأِيَا ۖ إِذَا كَانَ قَلْبُ الْمَرْءَ فِي الْأَمْرِ خَارِجًا ثَرَا  
فَأَضَيقَ مِنْ تَسْعِينَ رَحْبَ السَّبَاسِبِ

كَرُوبُ عَظَامِ الْقَتْرِنِ سَاحِبٌ ۖ دَمْوعُ غَزْرٍ أَرْبَالِ السَّرِيرِ بَاحِثٌ  
وَثَكَلٌ فَوَادِي فِي دَجِي الْلَّيلِ نَاهِتٌ ۖ وَتَشَغَّلَنِي عَنِي وَعَنْ كُلِّ سَاحِبٍ  
مَصَابٌ لَّقَهُو مِثْلَهَا مِنْ مَصَابِ

فَلَمْ يَبْقَ لِي فِي الْجَسْمِ عَظِيمٌ وَرَمَةٌ ۖ وَلَا فِي احْتِمَالِ الصَّبَرِ عَزْمٌ وَهِمَةٌ  
وَلَا مِنْ خَلِيلٍ فِيهِ عَهْدٌ وَذَمَةٌ ۖ إِذَا مَا اتَّنَى اِزْمَةٌ مُّذْهَمَةٌ  
تَحْيِطُ بِنَفْسِي مِنْ جَمِيعِ جَوَانِبِ

أَطْوَافُ بِأَطْرَافِ الْجَمِيِّ فِي مَعَاهِدٍ ۖ اعْلَقَ آمَالِي بِكُلِّ مَشَاهِدٍ  
أَقْوَلُ لِعَلَّهُ أَنْ أَفْزِرَ بِواحِدٍ ۖ تَطْلُبُتْ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ أَوْ مَسَاعِدٍ  
الْوَذْبَهُ مِنْ خَوْفِ سَوْعِ الْعَوَاقِبِ

تَقْضِي شَيَّابُ الْعُمُرِ فِي غَفْلَتِي سَكِيٌّ ۖ وَهَا زَلَتْ فِي قِيدِ الْمَعَاصِي مَقِيدًا  
وَلَحْرًا دَخَرَ لِلَّذِنْ بَعْذَرَ رَاهِمَهُمَا ۖ فَلَسْتُ أَرِي أَلَا الْحَبِيبُ حَمْدًا  
رَسُولُ الْهَمَّ الْخَلُقِ جَهَنَّمَ الْمَنَاقِبِ

لہ ان میں اخیر کے دو مصری شاہ ولی اللہ صاحب کے ہیں اور شروع کے تین شاہ عبدالعزیز صاحب کے:

یہ طویل قصیدہ سوا اشعار کا ہے جس کی تحریک شاہ صاحب نے کی ہے جس کا کیف اس کے پورے  
قصیدے کو پڑھنے میں ہے:-

اُسی طرح سے شاہ ولی اللہ صاحب کا ہزار یہ قصیدہ پینتالیس اشعار کا ہے جس کی تحریک شاہ صاحب  
نے کی ہے جس کے چند بند ملاحظہ ہوں :-

إِيمَنْ رَاهِ شُغْلًا بِالثَّنَاءِ ؛ وَصَفَا بِالضَّيْاءِ وَبِالسَّهَاءِ  
فَلَا تَغْرِكُ أَصْوَاءُ السَّمَاءِ ؛ إِذَا أَجْزَتِ يَوْمًا عَنْ ضَيْاءِ  
فَلَا تَلْهِي بِيَدِ رَأْوَذَاءِ

وَيَامَنْ قَدْ كَلَفَتْ هُوَى وَجَهْدًا ؛ وَقَاسِيَ فِيهِ آلاً مَاؤْسَهْدَا  
فَخَلْ حَدِيثَ لِيلًا وَآشَهْدَا ؛ وَانْبَنيَتْ فِي الْمَنْظُومِ وَجْدًا  
خَاشَانَ تَشَبَّبَ بِالنَّسَاءِ

وَانْعَطَالَ رَبِّ النَّاسِ فَهَمَا ؛ فَلَا تَجْمِعْ هَمْنَثَرًا وَنَظَمَا  
وَانْتَذَرْكَرْهَمْ فِي الشِّعْرِ حَتَّمَا ؛ فَتَلَكَ شَرِيعَ لِلشِّعْرِ قَدْ مَا  
وَقَدْ نَسْخَتْ بَخْتَمَ الْأَنْبِيَاءِ

لتعتیہ کلام میں شاہ عبد العزیز صاحب کی مندرجہ ذیل رباعی اس سلسلے میں تمام نعتیہ رباعیوں سے  
بہتر اور مشہور ہے:-

يَا صَاحِبَ الْجَهَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ ؛ مِنْ وَجْهِكَ الْمَنِيرِ لَقَدْ نُورَ الْقَمَرِ  
لَا يَمْكُنُ الثَّنَاءَ كَمَا كَانَ حَقَّهُ ؛ بَعْدَ ارْخَدَابِرْزَكَ تَوْئِيْ قَصْرَهْ خَتَّصَهِ  
شاہ صاحب کے نعتیہ قصاید پیسوں کی تعداد میں موجود ہیں، مگر مسب کے نونے پیش کرنا اس مختصرے  
مقالے میں نمکن نہیں۔ انہوں نے صاحب لفظہ الین احمد بنی شیردادی کو جو قصیدہ بھیجا تھا اور جو الجب العجائب  
میں بھی منقول ہے وہ بھی اس سلسلے میں خاص طور پر قابل غور ہے۔ اس کے شروع کے اشعار اس طرح پڑیں:-  
يَا سَائِرَانِحْوَالِجَمِيِّ ؛ بِاللَّهِ قَفْتِ فِي بَانِهِ ؛ وَاقْرَءْ طَوَافِيْرَالْجَمَوِيِّ ؛ مَنْعَلِي سَكَانِهِ

ان قصائد کے دیکھنے سے شاہ صاحب کی جودتِ طبع، سلامت اور روانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور شاہ صاحب نے عربی تصانیف کی جو تعریف کی ہے اور جس انداز کا خود بھی دعویٰ کیا ہے بالکل صحیح ہے لیکن یہ کہ عربی تصانیف کی تعریف یہ ہے کہ اس میں عجمی بُونَ آئے چنانچہ ہمارے خاندان میں اسی طرح موجود ہیں۔

الشورۃ الہندیۃ کے ناظرین کو یاد ہو گا کہ مولانا فضل حنفی خیر آبادی اس نامے کے عربی کے مشہور شاعر شاہ عبد العزیز صاحب ہی سے اپنے اشعار کی اصلاح لیتے تھے،

عربی اشعار کے علاوہ شاہ عبد العزیز صاحب نے صمعی کے مشہور اور مشکل ترین ارجوزے کی شرح جز فضیل سے کی ہے اور اس کے چھپیدہ معانی کو اس طرح حل کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے، یہ ارجوزہ اپنے ایهام اور غموض کے لئے مشہور ہے۔ وہ ارجوزہ اس شر سے شروع ہوتا ہے:

صوت صغیر الببل : هیچ قلب الثمل

اس کی شرح رام پور کے رضا کتب خانے میں ادب عربی قلمی نمبر ۳۲۹۶ میں موجود ہے۔ جوابی

غیر مطبوعہ ہے۔

شاہ صاحب کے عربی قصائد کے علاوہ عربی زبان میں بہت سے مکاتیب ہیں جو ادبی مرقات کے بہترین نمونے کہے جاسکتے ہیں۔ ان میں ایک خطابی ہے جو مکمل طور پر صنعتِ غیر منقوطہ میں ہے۔ اس سے شاہ صاحب کی قدرت بیان اور مہارت زبان کا اندازہ ہوتا ہے۔

### تصحیح

بُرهان ماہ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۲۲ پر ”تبصرہ بر ترجمہ نزہۃ الخواطر“ کے زیرِ عنوان تبصرہ نگار کا اسم گرانی ’شاہ محمد شبیر عطا ندوی‘ کی بجائے غلطی سے ’شاہ محمد شبیح عطا ندوی‘ شائع ہو گیا ہے۔ قارئین کرام تصحیح فرمائیں۔

(منیجر)